قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران: 74)

روزنامہ

الفضل

لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

منگل 05 جنوری 2021ء | 20 جمادی الاولیٰ 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:4

فرمانِ رسول ﷺ

درود شریف کا اجر

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا (مسلم)

یعنی جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ رحمت نازل کرتا ہے۔

حضرت سلطان القلم کے رشحاتِ قلم

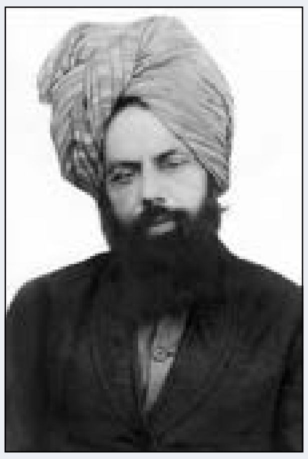

ایک عالم کا عالم مَرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہوگیا

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’وہ انسان جس نے اپنی ذات سے اپنی صفات سے اپنے افعال سے اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُرزور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا...... وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مَرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہوگیا وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تُو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔‘‘

(اتمام الحجہ۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 308)

درود شریف سے لذت، انشراح اور حیات قلب

’’درود شریف کے پڑھنے کی مفصل کیفیت پہلے لکھ چکا ہوں...... کسی تعداد کی شرط نہیں۔ اس قدر پڑھا جائے کہ کیفیتِ صلوٰۃ سے دل مملو ہو جائے۔ اور ایک انشراح اور لذت اور حیات قلب پیدا ہو جائے۔ اور اگر کسی وقت کم پیدا ہو۔ تب بھی بے دل نہیں ہونا چاہئے۔ سو جس قدر میسر آوے۔ اس کو کبریت احمر سمجھے۔ اور اس میں دل وجان سے مصروفیت اختیار کرے۔‘‘

(مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ 26 قدیم ایڈیشن)

درود شریف حصول استقامت اور قبولیت دعا کا ذریعہ ہے

’’رسول اللہ ﷺ کی محبت کے ازدیاد اور تجدید کے لئے ہر نماز میں درود شریف کا پڑھنا ضروری ہوگیا۔ تا کہ اس دعا کی قبولیت کے لئے استقامت کا ایک ذریعہ ہاتھ آئے۔۔۔۔ درود شریف جو حصول استقامت کا ایک زبردست ذریعہ ہے بکثرت پڑھو۔ مگر نہ رسم اور عادت کے طور پر بلکہ رسول اللہ ﷺ کے حسن اور احسان کو مدنظر رکھ کر اور آپ کے مدارج اور مراتب کی ترقی کے لئے اور آپ کی کامیابیوں کے واسطے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قبولیت دعا کا شیریں اور لذیذ پھل تم کو ملے گا۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 38 ایڈیشن 1988)

ارشاد باری تعالیٰ

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ

(الانبیاء: 108)

ترجمہ: اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت کے طور پر۔

لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ

(الشعراء: 4)

ترجمہ: شاید تو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالے گا کہ وہ کیوں نہیں مومن ہوتے۔

فرمان خلیفہ وقت

آنحضور ﷺ کا معجزہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے ان معیاروں نے صحابہ میں کیا انقلاب پیدا کیا، یہ بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ خواہ کیسا ہی پکّا دشمن ہو اور خواہ وہ عیسائی ہو یا آریہ جب وہ ان حالات کو دیکھے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب کے تھے اور پھر اس تبدیلی پر نظر کرے گا جو آپ کی تعلیم اور تاثیر سے پیدا ہوئی تو اسے بے اختیار آپ کی حقّانیت کی شہادت دینی پڑے گی۔ موٹی سی بات ہے کہ قرآن مجید نے ان کی پہلی حالت کا تو یہ نقشہ کھینچا ہے۔‘‘ (آپ کے ماننے والے جو عرب کے لوگ تھے ان کی پہلی حالت کا تو یہ نقشہ کھینچا ہے کہ) ’’یَاۡکُلُوۡنَ کَمَا تَاۡکُلُ الۡاَنۡعَامُ (محمد:13)‘‘ (یعنی اس طرح کھاتے ہیں جس طرح جانور کھاتے ہیں۔ جانوروں والی حالت ہے۔) ’’یہ تو ان کی کفر کی حالت تھی۔ پھر جب آنحضرت صلی

بقیہ صفحہ 5 پر

اس شمارہ میں

- ذکر سے بھر گئی ربوہ کی زمیں آج کی رات (منظوم)
- اِسۡمُہٗ، اَحۡمَدُ
- حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں اور وفات پر فن لینڈ کے اخبارات میں ذکر
- حضرت مصلح موعودؓ کی خوبصورت عائلی زندگی

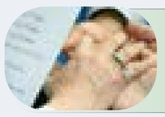

دربارِ خلافت

مذہب سے بھی یہی منشاء ہوتا ہے کہ تسبیح کے دانوں کی طرح وحدت جمہوری کے ایک دھاگے میں سب پروئے جائیں۔ (حضرت مسیح موعودؑ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’نماز اصل میں دعا ہے۔ نماز کا ایک ایک لفظ جو بولتا ہے وہ نشانہ دعا کا ہوتا ہے۔ اگر نماز میں دل نہ لگے تو پھر عذاب کے لئے تیار رہے۔ کیونکہ جو شخص دعا نہیں کرتا وہ سوائے اس کے کہ ہلاکت کے نزدیک خود جاتا ہے اور کیا ہے۔ ایک حاکم ہے جو بار بار اس امر کی ندا کرتا ہے کہ میں دکھیاروں کا دکھ اٹھاتا ہوں مشکل والوں کی مشکل حل کرتا ہوں۔ میں بہت رحم کرتا ہوں۔ بیکسوں کی امداد کرتا ہوں۔ لیکن ایک شخص جو کہ مشکل میں مبتلا ہے اس کے پاس سے گزرتا ہے اور اس کی ندا کی پرواہ نہیں کرتا۔ نہ اپنی مشکل کا بیان کر کے طلب امداد کرتا ہے تو سوائے اس کے کہ وہ تباہ ہو اور کیا ہوگا۔ یہی حال خدا تعالیٰ کا ہے کہ وہ تو ہر وقت انسان کو آرام دینے کے لئے تیار ہے بشرطیکہ کوئی اس سے درخواست کرے۔ قبولیتِ دعا کے لئے ضروری ہے کہ نافرمانی سے باز رہے اور دعا بڑے زور سے کرے۔ کیونکہ پتھر پر پتھر زور سے پڑتا ہے تب آگ پیدا ہوتی ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 54 جدید ایڈیشن - البدر، مورخہ یکم جولائی 1904ء صفحہ 6)

تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مشکلیں دور کرنے کے لئے تمہیں پکار رہا ہے۔ اس کی آواز کو سنو، اس کی طرف جاؤ اور اپنی درخواستیں پیش کرو، اپنی ضروریات پوری کرو۔ لیکن یاد رکھو کہ درخواست بھی اس کی قبول ہوگی، دعا بھی اس کی قبول ہوگی، جو نافرمان نہ ہو۔ اس کے حکموں پر عمل کرنے والا ہو، ہر قسم کے حقوق کی ادائیگی کرنے والا ہو۔

پھر نماز باجماعت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: ’’باجماعت نماز پڑھنا کسی شخص کے اکیلے نماز پڑھنے سے 25 گنا زیادہ ثواب کا موجب ہے‘‘۔ مزید فرمایا ’’اور رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے نماز فجر پر جمع ہوتے ہیں‘‘۔

(مسلم کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ باب فضل صلاۃ الجماعۃ …)

پس جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے نماز باجماعت کی ادائیگی کی طرف بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ یہاں اس ملک میں جماعت کے افراد مختلف جگہوں پہ پھیلے ہوئے ہیں اور اس جگہ پہ صرف مسجد ہے اور یہاں بھی جماعت کی تعداد تھوڑی سی ہے۔ باقی جگہ مسجد نہیں ہے لیکن نماز سینٹرز ہیں،

بقیہ صفحہ 7 پر

ذکر سے بھر گئی ربوہ کی زمیں آج کی رات

ذکر سے بھر گئی ربوہ کی زمیں آج کی رات
اتر آیا ہے خداوند یہیں آج کی رات
شہر جنت کے ملا کرتے تھے طعنے جس کو
بن گیا واقعۃً خلدِ بریں آج کی رات
وا درِ گریہ ، کشا دیدہ و دل ، لب آزاد
کس مزے میں ہیں ترے خاک نشیں آج کی رات
کوچے کوچے میں بپا شور ’’ مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہ‘‘
لاجرم نصرتِ باری ہے قریں ، آج کی رات
جانے کس فکر میں غلطاں ہے مرا کافر گر
اِدھر اِک بار جو آنکلے کہیں آج کی رات
’’ غیر مسلم ‘‘ کسے کہتے ہیں ۔ اُسے دکھلائے
ایک اک ساکن ربوہ کی جبیں ، آج کی رات
’’کافر و ملحد و دجال ‘‘ بلا سے ہوں مگر
تیرے عشاق کوئی ہیں تو ہمیں۔ آج کی رات
آنکھ اپنی ہی ترے عشق میں ٹپکاتی ہے
وہ لہو جس کا کوئی مول نہیں۔ آج کی رات
دیکھ اس درجہ غمِ ہجر میں روتے روتے
مر نہ جائیں ترے دیوانے کہیں۔آج کی رات
جن پہ گزری ہے وہی جانتے ہیں ۔غیروں کو
کیسے بتلائیں کہ تھی کتنی حسیں آج کی رات
کاش اُتر آئیں یہ اُڑتے ہوئے سیمیں لمحات
کاش یوں ہو کہ ٹھہر جائے یہیں آج کی رات

کلام طاہر ایڈیشن 2004 صفحہ 11-

آج کی دعا

اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَسأَلُکَ وَأَتَوَجَّہُ إِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ إِنِّی تَوَجَّھْتُ بِکَ إِلَی رَبِّی فِی حَاجَتِی ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ

(جامع ترمذی اَبْوَابُ الدَّعوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللّٰہِ ﷺ باب فِی دُعَاءِ الضَّیفِ حدیث: 3578)

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیرے نبی محمد ﷺ جو نبی رحمت ہیں کے وسیلے سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، میں نے آپ کے واسطہ سے اپنی اس ضرورت میں اپنے رب کی طرف توجہ کی ہے تا کہ تو اے اللہ! میری یہ ضرورت پوری کر دے۔ اے اللہ تو میرے بارے میں ان کی شفاعت قبول کر۔

یہ پیارے سید و مولیٰ نبی حضرت محمد ﷺ کی بینائی کے لوٹ آنے کی دعا ہے۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: آپ دعا فرما دیجئے کہ میری بصارت لوٹ آئے، آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں دعا کروں اور اگر چاہو تو صبر کرو، کیوں کہ یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر (وسود مند) ہے۔ اس نے کہا: دعا ہی کر دیجئے، تو آپ نے اسے حکم دیا کہ وضو کرو، اور اچھی طرح سے وضو کرو اور پھر مندرجہ بالا دعا کرنے کی ہدایت فرمائی۔

مرسلہ: مریم رحمٰن

تبرکات حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ

اِسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ

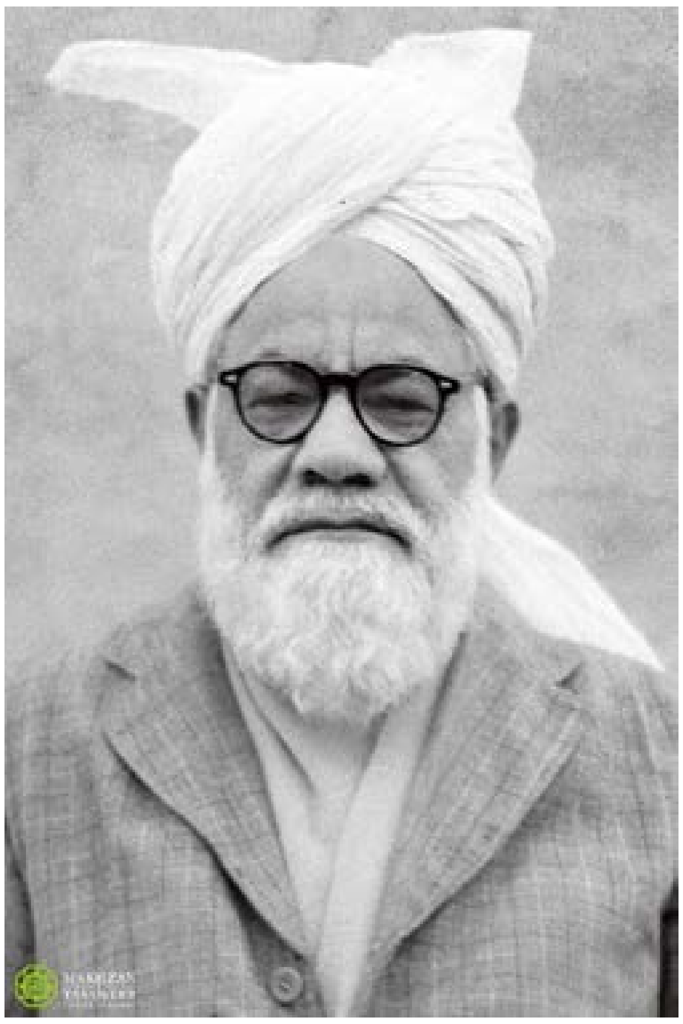

قرآن شریف میں حضرت مسیح ناصری کی ایک پیشگوئی درج ہے، جو ان کے بعد کسی ایسے رسول کی آمد کی خبر دیتی ہے جس کا اسم احمدؐ ہوگا۔ اصل الفاظ پیشگوئی کے جو قرآن کریم میں درج ہیں یہ ہیں:-

"وَ اِذۡ قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ" (الصف:7)

یعنی فرمایا عیسیٰ بن مریم نے کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کی طرف سے ایک رسول ہوں۔ مصدق ہوں اس کا جو میرے سامنے ہے۔ یعنی تورات اور بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا۔ اور جس کا اسم احمد ہوگا۔"

پیشتر اس کے کہ اور قرائن کے ساتھ اس موعود رسول کی تعیین کی جاوے ہم پہلے الفاظ اسمہٗ احمد کو ہی لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ یہ الفاظ کس حد تک ہم کو تعیین کے کام میں مدد دیتے ہیں۔ پہلا لفظ اسم ہے یہ مشتق ہے۔ وسم سے جس کے معنی نشان لگانے کے ہیں تو گویا اس لحاظ سے اسم کے معنی ہوئے نشان اور چونکہ نشان کی غرض تخصیص و تعیین ہوتی ہے تو اس لئے اسم کے پورے معنی ہوئے وہ نشان وغیرہ جس سے کسی شے کی تعیین و تخصیص ہوجائے۔ اب اسم کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اسم سے مراد اسم ذات لیا جائے۔ یعنی وہ نام جس سے کوئی شخص عام طور پر معروف ہو۔ خواہ حقیقت کے لحاظ سے اس نام کا مفہوم نام بردہ میں پایا جاوے یا نہ پایا جاوے۔ مثلاً بیسیوں ایسے دہریہ مل جائیں گے جن کا نام عبداللہ یا عبدالرحمٰن وغیرہ ہوگا۔ حالانکہ اگر حقیقت کے لحاظ سے دیکھیں تو وہ عبداللہ اور عبدالرحمٰن کے ناموں سے کوسوں دور ہوں گے۔ ایسے اسم کو جس میں حقیقت کا ہونا نہ ہونا ضروری نہ ہو۔ اسم ذات کہتے ہیں۔ دوسری اسم کی یہ صورت ہے کہ مثلاً کسی شخص کا کوئی نام بطور اسم ذات کے تو نہ ہو مگر اس نام کا مفہوم نمایاں طور پر اس شخص میں پایا جاوے۔ مثلاً محمد رسول اللہ کا اسم ذات کے طور پر تو عبداللہ نام نہ تھا مگر عبداللہ کے مفہوم کے لحاظ سے محمد رسول اللہ سے بڑھ کر کوئی عبداللہ نہیں گزرا۔ ایسے نام کو اسم صفت کہتے ہیں۔

قرآن شریف میں بھی اسم کے معنے صفت کے آئے ہیں۔ ملاحظہ ہو

لَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی (الحشر:25)

یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پاک ہیں غرض لفظ اسم دونوں معنوں میں آتا ہے۔ اسم ذات اور اسم صفت۔ کیونکہ یہ دونوں ایک حد تک تعیین اور تخصیص کرنے والے ہوتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں اسمہٗ احمدؐ والی پیشگوئی کس شخص پر چسپاں ہوتی ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد دو شخص رسالت کے مدعی ہوئے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ یا تو یہ پیشگوئی ابھی تک پوری ہی نہیں ہوئی۔ اور اگر ہوئی ہے تو پھر ان دونوں میں سے کسی پر ضرور چسپاں ہوگی۔ پہلے ہم لفظ اسم کے مفہوم اول یعنی اسم ذات کے لحاظ سے پیشگوئی کی تعیین کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ کا اسم ذات محمدؐ تھا۔ یہی نام آپ کا آپ کے بزرگوں نے رکھا اور اسی نام سے آپ مشہور تھے۔ دوسری طرف مسیح موعود کا نام تھا غلام احمد یہی نام ان کا ان کے والدین نے رکھا۔ اور اسی نام سے وہ مشہور تھے۔ یہ سرسری نظر جو ہم نے ان دو مدعیان رسالت پر ڈالی تو ہم کو معلوم ہوا کہ یہ پیشگوئی کم از کم اسم ذات کے لحاظ سے ان ہر دو میں سے کسی پر بھی چسپاں نہیں ہوتی تو پھر یہ ماننا پڑا کہ یا تو یہ پیشگوئی ابھی تک پوری نہیں ہوئی یا ہماری ظاہری نظر نے دھوکا کھایا۔ پہلی صورت چونکہ مسلمہ طور پر غلط ہے۔ اس لئے دوسری صورت کو صحیح سمجھ کر پھر نظر ڈالتے ہیں تاکہ اگر سرسری نظر نے لفظ احمد کو ان دو بزرگوں پر اسم ذات کے طور پر نہیں چسپاں کیا تو شاید پیشگوئیوں میں جو اخفاء کا پردہ ہوتا ہے۔ اس کو خیال رکھتے ہوئے ہم ذرا گہری نظر سے لفظ احمد کا تعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا مسیح موعودؑ میں سے کسی کے ساتھ اسم ذات کے طور پر دیکھ سکیں۔ تاریخ اور احادیث صحیحہ (وضعیات الگ رکھ کر) شاہد ہیں کہ محمد رسول اللہ کا رسالت سے پہلے کبھی بھی احمد کے نام سے کوئی تعلق ثابت نہیں ہوسکتا۔ دعویٰ سے پہلے کی شرط اس واسطے ہے کہ دعویٰ کے بعد والا نام اوّل تو اسم ذات نہیں کہلا سکتا۔ دوسرے خصم پر حجت نہیں ہے۔ اگر دعویٰ سے بعد کا اپنے مُونہہ سے آپ بولا ہوا نام بھی اسم ذات ہوسکتا ہے تو پھر تو امان اٹھ جاوے۔ مثلاً پیشگوئی ہو کہ عبدالرحمٰن نام ایک شخص مامور ہو کر آئے گا تو ایک شخص مسمّی جمال دین اُٹھے اور کہے کہ میرا نام ہی عبدالرحمٰن ہے۔ تو وہ صحیح نہ سمجھا جائے گا مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں تو یہ جھگڑا بھی نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اسم ذات کے طور پر دعویٰ کے بعد بھی کبھی اپنا نام احمد نہیں بتایا۔ اگر کوئی دعویٰ کرے تو بار ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ غرض محمد رسول اللہ کے معاملہ میں تو ہماری گہری نظر بھی ماندہ ہو کر واپس لوٹی کیونکہ بلحاظ اسم ذات کے کُجا محمدؐ اور کُجا احمد۔ اب رہے مسیح موعود۔ ان کے متعلق بھی جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہماری سرسری نظر تعیین کرنے سے قاصر رہی۔ اب ذرا گہری نظر ڈالیں مسیح موعود کا نام جو عام مشہور تھا اور جو والدین نے رکھا غلام احمد تھا۔ یہ مرکب ہے لفظ غلام اور احمد سے۔ اب ہم نے دیکھنا ہے کہ ان ہر دو میں سے نام کا اصل اور ضروری حصہ کونسا ہے۔ یاد رہے کہ نام ہوتا ہے تعیین اور تخصیص کے لئے اس اصل کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ہم مسیح موعود کے خاندان کے ممبروں کے ناموں پر نظر ڈالیں اور تھوڑی دیر کے لئے تعصب کو الگ رکھیں تو امید ہے کچھ نہ کچھ ہم کو ضرور نظر آجائے گا حضرت مسیح موعودؑ کے والد کے چار بھائی تھے۔ تو گویا کل پانچ ہوئے۔ ان میں سے تین یہ ہیں مرزا غلام حیدر، مرزا غلام مرتضیٰ، مرزا غلام محی الدین باقی دو بچپن میں فوت ہوئے۔ اس لئے ان کے نام کی ابھی تک تحقیقات نہیں کرسکا۔ مگر اتنا پتہ یقینی چل گیا ہے کہ ان کے ناموں میں غلام کا لفظ ضرور تھا۔ تو اب غلام کا لفظ تو ان سب میں مشترک تھا۔ اس لئے یہ لفظ ان کے ناموں کا اصل حصہ نہیں کہلا سکتا کیونکہ اس نے تخصیص پیدا نہیں کی بلکہ تخصیص پیدا کرنے والے حیدر اور مرتضیٰ اور محی الدین لفظ تھے۔ پس اگر ان کو ہی اصل نام کہہ دیا جاوے تو حرج نہیں۔ اب آگے چلئے۔ حضرت مسیح موعودؑ دو بھائی تھے۔ آپ کا نام غلام احمد تھا اور آپ کے بڑے بھائی کا نام غلام قادر تھا۔ غور فرمائیں غلام کا لفظ پھر مشترک ہوا۔ اسم کا کام ہے ایک حد تک تخصیص کرنا وہ تخصیص کس لفظ نے قائم کی؟ ہمارا ضمیر بولتا ہے کہ ایک طرف احمد نے اور دوسری طرف قادر نے۔ پس حرج نہیں کہ انہی کو اصل نام سمجھا جاوے۔ مسیح موعود کے چچا مرزا غلام محی الدین کی نسل میں بھی یہی سلسلہ چلا۔ ان کے تین بیٹے ہوئے۔ جن کے نام تھے مرزا کمال الدین، مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین۔ ان میں دین کا لفظ مشترک ہے اور امام اور نظام اور کمال نے تخصیص کی۔ پس وہی اصل نام ٹھہرے پھر آگے چلئے۔ مرزا غلام قادر جو مسیح موعود کے بڑے بھائی تھے۔ ان کے ہاں ایک بیٹا ہوا جس کا نام رکھا گیا عبدالقادر گویا اس نے اپنے باپ کے خصوصیت والے اصل نام کو ورثہ میں لیا۔ پھر یہی نہیں خود مسیح موعود کی اولاد کو لیجئے۔ دعویٰ کے بعد کی مثال تو آپ مانیں گے نہیں۔ دعویٰ سے بہت سال پہلے جب آپ ابھی جوان ہی تھے اور بالکل گوشہ تنہائی میں اپنے دن کاٹتے تھے اور بیرونی دنیا میں کوئی آپ کو نہ جانتا تھا۔ آپ کے ہاں دو لڑکے پیدا ہوئے۔ جن کے نام رکھے گئے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد۔ دیکھئے باپ کے اصل نام کو ورثہ میں لے لیا وہ نام جس نے باپ کو چچا پر خصوصیت دی تھی پھر اور سنئے حضرت مسیح موعود کے والد نے دو گاؤں آباد کئے اور ان دونوں کو اپنے دو بیٹوں کے نام پر موسوم کیا۔ ایک کا نام رکھا قادر آباد اور دوسرے کا احمد آباد۔

ان سب باتوں سے نتیجہ نکلا کہ حضرت مسیح موعود کا گو پورا نام غلام احمد تھا لیکن نام کا اصل اور ضروری حصہ یعنی وہ حصہ جس نے آپ کی ذات کی خصوصیت پیدا کی، احمد تھا۔ اس لئے کوئی حرج نہیں اگر یہ کہا جاوے کہ آپ کا اصل اسم ذات احمد ہی تھا وہو المراد۔ مگر یاد رہے کہ یہ ہم نے شروع میں ہی مان لیا تھا کہ پہلی نظر ہم کو محمد رسول اللہ اور مسیح موعود دونوں کی طرف سے مایوس کرتی ہے لیکن ہاں اگر ان ہر دو رسولوں میں سے کسی ایک پر پیشگوئی کو ضرور اسم ذات کے طور پر ہی چسپاں کرنا ہے تو عقل سلیم کا یہی فتویٰ ہے کہ احمد جس کی پیشگوئی کی گئی تھی وہ مسیح موعود ہی تھے۔ خاص کر جب ہم یہ بھی خیال رکھیں کہ سنت اللہ کے موافق پیشگوئیوں میں ضرور ایک حد تک اخفاء کا پردہ بھی ہوتا ہے اور وہ پردہ اس معاملہ میں غلام کے لفظ میں ہے۔ جو گو مسیح موعود کے نام کا اصل حصہ نہیں بلکہ ایک صرف زائد چیز ہے۔ جیسا اوپر بیان ہوا مگر پھر بھی آخر نام کے ساتھ ہی ہے۔

(مطبوعہ الفضل ۱۵ تا ۱۹ مئی ۱۹۱۷ء)

تحقیق، ترجمہ وتحریر: طاہر احمد فن لینڈ

حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں اور وفات پر فن لینڈ کے اخبارات میں ذکر

خاکسار کا اس سے قبل ایک مضمون مورخہ 6 جون 2020ء کے شمارہ میں ’’فن لینڈ میں احمدیت کی ابتدائی تاریخ‘‘ کے عنوان سے چھپ چکا ہے جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں آپؓ کی حضرت چوہدری ظفر اللہ خانؓ کے ساتھ خط وکتابت اور حضرت چوہدری صاحب رضی اللہ عنہ کی فن لینڈ میں تبلیغ کا ذکر تھا۔ خاکسار کو اپنی کسی ریسرچ کے سلسلے میں فن لینڈ کی نیشنل لائبریری کی آرکائیوز کو کنگھالنا پڑا تو ایک موقع پر خوشگوار حیرت نے جکڑ لیا پھر مزید تحقیق کی تو اللہ کی حمد سے دل بھر گیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہاماً یہ فرمایا تھا کہ ’’میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا‘‘ (الحکم مورخہ 27 مارچ و 12 اپریل 1898ء جلد 2 نمبر 5-6 صفحہ 13)۔ اور پھر یہ بھی فرمایا کہ ’’خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 648)

اور یقیناً یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی تبلیغ کو ہر سمت تک پہنچا دیا اور پہنچا رہا ہے کیونکہ وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ اللہ کے اس وعدہ کے ایفا کی مثالیں فن لینڈ کے اخبارات میں بھی نظر آتی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی زندگی ہی میں قادیان سے تقریباً 5000 کلومیٹر دور آپؑ کا ذکر یہاں تک پہنچا دیا تھا اور کس طرح آپؑ کی وفات پر بھی آپؑ اور آپ علیہ السلام کے مشن (جو اللہ کی توحید کے قیام اور اسلام کے احیاء کا مشن ہے) کا ذکر فن لینڈ کے اخبارات میں ہوا۔ تاریخ کے یہ انمول موتی خاکسار قارئین الفضل کی خدمت میں پیش کرتا ہے (خاکسار کے مطابق یہ معلومات اس سے پہلے جماعتی ریکارڈ میں نہیں ہیں)۔

پگٹ کو تنبیہ کی خبر

خاکسار کی تحقیق کے مطابق سب سے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کا ذکر فن لینڈ کے سویڈش زبان کے اخبار «فولکٹ» نے شائع کیا تھا۔ فن لینڈ حضرت مسیح موعودؑ کے دور میں روس کا حصہ تھا (1809-1917) لیکن اس سے پہلے تقریباً 700 سال یہ سویڈن کے زیرنگیں رہا جس کی وجہ سے اُس وقت تک بھی سویڈش اثرات اور زبان کا کافی اثر تھا اور سویڈش پریس و اخبارات فنش اخبارات کی نسبت زیادہ ترقی یافتہ تھیں۔ جب حضرت مسیح موعودؑ نے جان ہیو پگٹ کے دعویٰ کو چیلنج کیا اور اُس کو تنبیہ کی تو اخبار نے اپنے 1903ء کے فروری کے شمارہ میں «مقابلہ مسیحیت» کے عنوان کے تحت جن الفاظ کے ساتھ آپؑ کا تعارف کرایا وہ بذاتِ خود ایک نشان ہے، اخبار لکھتا ہے۔

’’مسٹر سمتھ پگٹ، جنہوں نے کچھ ماہ قبل یہ اعلان کیا تھا کہ وہ مسیحا ہیں، انگلینڈ میں مکمل طور پر گمنامی میں کھو چکے ہیں، لیکن ان کا بھارت میں حریف ہے جو اس پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ پنجاب کے شہر قادیان سے تعلق رکھنے والے مرزا غلام احمد نے ایک پرچہ جاری کیا ہے جس میں انہوں نے مسٹر پگٹ پر توہین رسالت کا الزام لگایا ہے۔ مرزا غلام احمد لکھتے ہیں، ’’میں سچا مسیحا ہوں، زمین پر خدا کی عظمت کا اعلان کرنے آیا ہوں‘‘۔ لگتا ہے کہ وہ ایک قسم کے کھیلوں کے کھلاڑی ہیں۔۔۔۔‘‘

(اخبار Folket مورخہ 6 فروری 1903 شمارہ نمبر 6)

’’کیا دنیا کو محمڈن (مسلمانوں) سے خطرہ لاحق ہے؟‘‘

ایک اور سویڈش اخبار Åbo Tidning نے اپنے جون 1905ء کے شمارہ میں ایک تفصیلی سیاسی تجزیہ شائع کیا جس کا عنوان تھا ’’کیا دنیا کو محمڈن سے خطرہ لاحق ہے؟‘‘ (قارئین کے لیے یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ اس وقت خصوصاً مسلمانوں کے لیے لفظ ’’محمڈن‘‘ کا استعمال عام تھا۔) اس مضمون میں اخبار نے مغربی اقوام جو کہ پوری دنیا میں اکثر مقامات پر قابض تھیں یا اثر ورسوخ رکھتی تھیں کو مسلمانوں یا مسلمان تحریکوں واقوام سے درپیش خطرات کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ اس تفصیلی مضمون سے چیدہ چیدہ حصے پیش خدمت ہیں۔

اخبار آرٹیکل کے شروع میں لکھتا ہے کہ، جس طرح غیر معمولی طور پر مبالغہ کی حد تک یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مغرب کو ’’ییلو ڈینجر‘‘ (Yellow Peril) سے بہت خطرہ ہے اسی طرح اب یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ محمڈن خطرہ تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ مزید لکھتا ہے

اس طرح یہ کہا گیا ہے کہ ایک مقدس جنگ، ’’جہاد‘‘، اسلامی نظریے کا مرکزی نقطہ ہو گا، ایسا کہ اس طرح کی جنگ شاید ایشیاء اور افریقہ، دونوں خطوں سے یورپینز (Europeans) کو مکمل طور پر بے دخل کرنے پر منتج ہو گی۔ پھر مزید یہ لکھتا ہے کہ

ایک امریکی سائنس دان، Crawford.H.Toy، جو ہارورڈ یونیورسٹی کے اورینٹل زبانوں کے پروفیسر ہیں، نے اب اس کے خلاف بات کی ہے اور یہ دکھانا چاہا ہے کہ اس خطرے کو بھی بہت زیادہ بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے۔ ’’وہ توجہ دلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ عربی زبان کے لفظ «جہاد» کا مطلب مقدس جنگ نہیں ہے۔ اس کا مطلب ایک مسلح کوشش ہو سکتی ہے، لیکن اس کے عام معنی نفس مطمئنہ کے حصول کی سنجیدہ کوشش کرنا .... یہ قرآن مجید میں 36 مرتبہ آیا ہے، اور اکثر مواقع پر یہ واضح طور پر جنگ کے حوالہ سے نہیں آیا بلکہ اس کا ترجمہ «کوشش» کے طور پر کیا جانا چاہئے۔‘‘

آنحضرت ﷺ کے اسوہ اور طرزِ عمل کے بارے میں Crawford.H.Toy، کے حوالے سے اخبار کی گواہی

’’محمد (ﷺ) نے خود مخالف لوگوں پر بلا اشتعال حملے نہیں کئے، اور زیادہ تر معاملات میں محمڈن فاتحوں نے مظلوم لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا، بلکہ انھیں اجازت دی کہ وہ جہاں چاہتے ہیں اپنا اعتقاد برقرار رکھیں۔ یہ اُن عیسائی مبلغین کے بالکل برعکس ہے، مثال کے طور پر جیسا کہ کارل دی گریٹ جیسے جس نے ’’Saxons‘‘ کو بڑی تعداد میں قتل کر کے اور بچ جانے والوں کو غلاموں میں تبدیل کر کے انہیں ’’convert‘‘ کیا۔‘‘

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اس کے بعد مصنف ترکی، مصر، مراکش، عرب، فارس اور افغانستان کا جیو پولیٹیکل تجزیہ کرنے کے بعد انڈیا کے بارے میں کہتا ہے۔

’’محمڈن (مسلمانوں) کی آبادی کے لحاظ سے ہندوستان دنیا میں سب سے زیادہ گنجان آباد ہے۔ لیکن ہندوستانی محمڈن کی کوئی سیاسی تنظیم نہیں ہے، اور وہ انگریزی تاج کے ماتحت وفادار رعایا دکھائی دیتے ہیں۔‘‘ پھر مزید لکھتا ہے کہ

حضرت مسیح موعودؑ کے دعویٰ کا بیان اور آپؑ کی امن پسندی کا اخبار کا اعتراف

’’ہندوستان کے محمڈن (مسلمانوں) کے معاملے میں، یہ بات قابل ذکر ہے کہ حال ہی میں ظاہر ہوئے مسیحا، مرزا غلام احمد نے «Review Of Religions» کے ایک آرٹیکل میں بہت ہی جوش کے ساتھ اس بات پر زور دیا ہے کہ وہ بھی پہلے مسیحا کی طرح، امن کی تبلیغ اور تمام جنگ کو ختم کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ نئے نبی لکھتے ہیں، «آج کوئی مذہب قوم مذہبی معاملات پر تلوار نہیں پکڑتی»، «خونی مہدی پر یقین رکھنا خدائی مرضی کے منافی ہے۔» اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ جنگ کے فن میں عیسائی قومیں مسلمانوں سے بہت آگے ہیں کو بطور ایک ثبوت دیکھتے ہیں کہ خدا نہیں چاہتا کہ اسلام جنگ کے ذریعے پھیل جائے۔‘‘

(اخبار Åbo Tidning، جون 1909ء، شمارہ 154)

رجسٹر روایت میں شیخ عبدالکریم صاحب ولد شیخ غلام محمد صاحب جلد ساز کراچی، صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روایت اور اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی درج ہے کہ 1904ء میں ایک روز سیر کے موقعہ پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

’’میں اپنی جماعت کو رشیا کے علاقہ میں ریت کی مانند دیکھتا ہوں۔‘‘

(رجسٹر روایات صحابہ جلد 13صفحہ 114)

حضرت مسیح موعودؑ نے جب یہ فرمایا تھا تو تب فن لینڈ بھی رشیا کا ہی ایک خود مختار علاقہ تھا اور تب تک آزاد نہیں ہوا تھا اور Nicholas II زارِ روس کی بادشاہت تھی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس پیشگوئی کو فن لینڈ کے حق میں بھی پورا فرمائے اور ہمیں بھی اس کام کی تکمیل میں اپنا بھرپور حصہ ڈالنے کی توفیق بخشے آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر اخبارات میں خبریں

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی وفات کی خبر نے پوری دنیا کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا اور اخبارات اور سرکردہ لوگ بلاتفریق مذہب یہ لکھنے اور کہنے پر مجبور ہو گئے تھے کہ ایک عظیم شخصیت اب اس دنیا سے کُوچ کر گئی ہے۔ خاکسار کی تحقیق کے مطابق فن لینڈ کے کم از کم 4 سویڈش اخبارات نے حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ السلام کی وفات پر خبریں یا کالم لکھے۔ فن لینڈ کے دارالحکومت سے تب سب سے زیادہ شائع ہونے والے اخبار ’’Hufvudstadsbladet‘‘ جو کے آج تک شائع ہو رہا ہے، نے کچھ اس طرح خبر شائع کی:

’’ہندوستان میں محمڈن مسیحا، ایک ’’مہدی‘‘ مرزا غلام احمد خان (خان شاید غلطی سے اخبار نے ساتھ لگا دیا ہے۔مصنف) نام کے، حال ہی میں لاہور میں وفات پا گئے جہاں وہ بنیادی طور پر اسلامی دنیا کی احمدیہ اسکیم کے سربراہ کی حیثیت سے سرگرم تھے۔ یہ شخص جس کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ خدا کی طرف سے اُس سچے عقیدے کی تبلیغ کے لئے زمین پر بھیجا گیا تھا جسے یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمان نے مسخ کر دیا تھا۔ یہ ہندوستان میں پیدا ہوئے لیکن اُن کے آباء سمرقند سے ہجرت کر کے وہاں آئے تھے۔ اُنہوں نے کچھ مدت تک حکومت کی نوکری کی لیکن اپنی مذہبی تبلیغ کی خاطر استعفیٰ دے دیا۔ اُنہوں نے بہت ساری کتابیں اور پرچے لکھے اور شائع کیے جن میں انہوں نے اپنی تعلیمات بیان کیں۔۔۔۔۔ان سب کے علاوہ وہ ایک اخبار کے ایڈیٹر بھی تھے یہاں تک کہ انہوں نے دو اخبار جس میں ایک انگریزی زبان میں ہے، شائع کیے۔

ان کی معلومات کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام فلسطین کے علاقہ ’’Nazareth‘‘ میں نہیں مرے تھے بلکہ اُنہیں صلیب سے زندہ اتارا گیا تھا اور پھر انہوں نے مشرق کے راستے کا سفر کیا اور آخر کار کشمیر کے دارالحکومت سری نگر میں وفات پائی۔ عیسیٰؑ موسیٰؑ کا مسیحا تھا اور مرزاؑ محمد (ﷺ) کا مسیحا تھا۔

زیادہ تر مسلمان اس مبلغ کو بنیادی عقیدے سے ہٹا ہوا خیال کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے اپنے ارد گرد پیروکاروں کی ایک جماعت جمع کر لی جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اُن کی تعداد 70,000 سے 80,000 افراد کے درمیان ہے۔خود لاہور میں 10,000 پیروکار ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مرزاؑ مستقبل کے واقعات کی پیش گوئی کر سکتے تھے اور معجزوں کا مظاہرہ کر سکتے تھے۔ ایک انگریز جو کہ اُن کو ملا تھا، نے اُن کو ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص قرار دیا اور اُن کو تیز ذہن کے ساتھ ایک قابلِ احترام مظہر (phenomenon) بیان کیا ہے۔ حکام نے اُنہیں آزادانہ طور پر تبلیغ کرنے کی اجازت دی ہوئی تھی کیوں کہ وہ ایک انتہائی امن پسند انسان تھے اور انہوں نے اپنے پیروکاروں کو ہمیشہ حکومتی قوانین کی تعمیل کرنے کی تعلیم دی۔ وفات کے وقت اُن کی عمر تقریباً 70 سال تھی۔‘‘

(اخبار Hufvudstadsbladet مؤرخہ 26جون1908ء شمارہ 171)

اِس کے علاوہ اخبار Nya Pressen نے بھی یہ خبر من وعن انہی الفاظ کے ساتھ اپنے شمارہ مؤرخہ 27جون1908ء میں شائع کی۔

ایک اور اخبار نے بھی مندرجہ ذیل اضافے کے ساتھ تقریباً اُنہیں الفاظ کے ساتھ یہ خبر شائع کی:

’’کہا جاتا ہے کہ مرزاؑ مستقبل کے واقعات کی پیش گوئی کر سکتے تھے اور عیسیٰؑ سے بھی زیادہ عجیب معجزوں کا مظاہرہ کر سکتے تھے۔‘‘

(اخبار Åbo Underrättelser مؤرخہ 28جون1908ء)

اسی طرح ایک اور اخبار نے بھی کم و بیش انہیں الفاظ میں لکھا:

’’کہا جاتا ہے کہ مرزاؑ مستقبل کے واقعات کی پیش گوئی کر سکتے تھے اور عیسیٰؑ سے بھی زیادہ عجیب معجزوں کا مظاہرہ کر سکتے تھے۔ ۔ ایک انگریز جو کہ اُن کو ملا تھا، نے اُن کو ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص قرار دیا اور اُن کو تیز ذہن کے ساتھ ایک قابلِ احترام مظہر بیان کیا اور مقناطیسی شخصیت قرار دیا۔ حکام نے اُنہیں آزادانہ طور پر تبلیغ کرنے کی اجازت دی ہوئی تھی کیوں کہ وہ ایک انتہائی امن پسند انسان تھے اور انہوں نے اپنے پیروکاروں کو ہمیشہ حکومتی قوانین کی تعمیل کرنے کی تعلیم دی۔ وفات کے وقت اُن کی عمر تقریباً 70 سال تھی۔‘‘

(اخبار Syd Österbotten مؤرخہ 30جون1908ء)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ یعنی اور جب صحیفے نشر کئے جائیں گے (التکویر:11) کے ذکر میں فرماتے ہیں:

’’دیکھو کس قدر پریس ہیں جو ہندوستان اور دوسرے ملکوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے تا وہ ہمارے کام میں ہماری مدد کرے اور ہمارے دین اور ہماری کتابوں کو پھیلائے اور ہمارے معارف کو ہر قوم تک پہنچائے تا وہ ان کی طرف کان دھریں اور ہدایت پائیں۔‘‘

(عربی عبارت کا اردو ترجمہ کتاب آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5صفحہ 473)

’’ایسا ہی طلوع شمس کا جو مغرب کی طرف سے ہو گا۔ ہم اس پر بہر حال ایمان لاتے ہیں لیکن اس عاجز پر جو ایک رؤیا میں ظاہر کیا گیا وہ یہ ہے جو مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے مُنّور کئے جائیں گے اور اُن کو اسلام سے حصّہ ملے گا۔‘‘

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 515 مطبوعہ 1891ء۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 376اور 377)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان مغربی اقوام میں اللہ کے پیغام کو پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ وہ جلد اسلام کے نور سے منور ہوں۔ آمین

بقیہ: فرمان خلیفہ وقت...... از صفحہ 1

اللہ علیہ وسلم کی پاک تاثیرات نے ان میں تبدیلی پیدا کی تو ان کی یہ حالت ہوگئی یَبِیۡتُوۡنَ لِرَبِّہِمۡ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا (الفرقان:65) یعنی وہ اپنے رب کے حضور سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے راتیں کاٹ دیتے ہیں‘‘۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’جو تبدیلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے وحشیوں میں کی اور جس گڑھے سے نکال کر جس بلندی اور مقام تک انہیں پہنچایا اس ساری حالت کے نقشے کو دیکھنے سے بے اختیار ہو کر انسان رو پڑتا ہے کہ کیا عظیم الشان انقلاب ہے جو آپ نے کیا‘‘۔ آپ فرماتے ہیں کہ ’’دنیا کی کسی تاریخ اور کسی قوم میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ یہ نری کہانی نہیں۔ یہ واقعات ہیں جن کی سچائی کا ایک زمانہ کو اعتراف کرنا پڑا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 144-145۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس پہلوں سے ملنے والی آخرین کی اِس جماعت کے افراد کا بھی فرض بنتا ہے کہ اس اُسوہ کی پیروی کرتے ہوئے جیسے صحابہ نے عبادتوں کے معیار بلند کئے ہم بھی اپنی عبادتوں کے معیار بلند کریں اور صرف دنیا داری میں ہی نہ ڈوبے رہیں۔ ذیلی تنظیمیں اور جماعتی نظام یہ رپورٹ دیتے ہیں کہ ہمارے اتنے فیصد نماز پڑھنے والے ہو گئے۔ چالیس فیصد۔ پچاس فیصد۔ ساٹھ فیصد۔ ہم تو جب تک سو فیصد عابد پیدا نہ کر لیں ہمیں چین سے نہیں بیٹھنا چاہئے اور صرف نظام نہیں بلکہ ہر شخص کو خود جائزہ لینا چاہئے کہ مَیں کس حالت میں ہوں۔

(خطبہ جمعہ یکم دسمبر 2017ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

مرسلہ: ستارہ انجم۔ جماعت فارنہام یوکے

حضرت مصلح موعودؓ کی خوبصورت عائلی زندگی

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَاماً (الفرقان:75)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔

شادی سے مرد اور عورت کی زندگی کا نیا دور شروع ہوتا ہے جو بعض اوقات اس کی توقعات کے مطابق نہیں ہوتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہر مرد اور عورت ہر وقت یہ دعا پڑھتے رہا کریں تا کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسانیاں پیدا کرے۔

دنیا میں بعض لوگ ایسے پیدا ہوتے ہیں جو قوموں کی تقدیر بدل دیتے ہیں۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بھی ایک ایسے ہی عظیم انسان تھے۔حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت سی بشارات عطا فرمائیں۔ 1914ء میں آپ جماعت کے امام منتخب ہوئے اور اس کے ساتھ ہی جماعت میں ترقیات اور اصلاحات کے ایک عظیم دور کا آغاز ہوا۔

آج میں حضرت مصلح موعودؓ کی عائلی زندگی کے کچھ پہلو قارئین کے سامنے رکھوں گی جس سے ظاہر ہو گا کہ اس مردِ خدا کی ساری زندگی اور ہر سوچ کا مدار صرف جماعت کی ترقی اور تعلیم و تربیت تھا۔

حضورؓ اپنی بیوی حضرت سارہؓ سے نکاح کے بارے میں فرماتے ہیں:

''جب امۃ الحی مرحومہ کی وفات کے بعد مجھے سلسلہ کی مستورات کی تعلیم کی نسبت فکر پیدا ہوئی تو مجھے اس بچی کا خیال آیا۔ اتفاق سے اس کے والد مولانا عبد الماجد صاحب بھاگلپوری جلسہ پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے ذکر کیا اور انہوں نے مہربانی فرما کر میری درخواست کو قبول کیا۔ 1925ء میں اس سال کی مجلس شوریٰ کے موقع پر سارہ میرے نکاح میں آ گئیں۔ ان کا خطبہ نکاح میں نے خود پڑھا اور اس طرح ایک مردہ سنت زندہ ہو گئی۔''

(انوار العلوم جلد 13 صفحہ 74اور 75)

یعنی آپ نے جماعت کی خواتین کی تعلیم و تربیت کی خاطر حضرت سارہؓ سے شادی کی کیونکہ وہ ایک دینی گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں اور خود بھی تعلیمی قابلیت رکھتی تھیں۔ اس طرح آپ حضرت مصلح موعودؓ کی رہنمائی میں جماعت کی خواتین کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ آپ کے علمی کاموں میں بھی آپ کی معاونت فرماتی تھیں۔حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''آخر سارا اپنے گھر آ گئیں اور ایک ہفتہ آئی کو نہ ہوا تھا کہ تعلیم میں مشغول ہو گئیں۔ پہلے میں نے انہیں انگریزی شروع کروائی کہ وہ اس زبان سے بالکل نا آشنا تھیں اور پھر اس خاص کلاس میں داخل کروا دیا کہ جو کسی قدر تعلیم یافتہ مستورات کی اعلیٰ تعلیم کے لیے میں نے کھولی تھی... (سارہ) فارسی اور عربی میں اچھی خاصی مہارت رکھتی تھیں۔ فارسی شعر انہیں بہت یاد تھے۔عربی میں صرف و نحو انہیں خوب آتی تھی حتّٰی کہ وہ بعض وقت اپنے نئے استادوں کو دق کر دیتی تھیں... انہوں نے 1929ء میں پنجاب یونیورسٹی کے مولوی کا امتحان دیا اور پنجاب میں تیسرے نمبر پر آئیں۔''

(انوار العلوم جلد 13 صفحہ 77)

حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت سارہؓ کی تعلیم مکمل کروائی تا کہ وہ بہتر رنگ میں جماعت کی خدمت اور آپ کی معاونت کے قابل ہو سکیں۔ چنانچہ حضرت سارہؓ بھی آپ کی امیدوں پر پورا اترتے ہوئے آپ کی بہترین معاون ثابت ہوئیں۔ جیسا کہ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''سارہ بیگم کا خط بہت اچھا تھا، بہت سے مردوں سے بھی زیادہ اچھا تھا اور میرے خط سے تو بہت ہی بہتر تھا۔خوب تیز لکھ سکتی تھیں اور کئی مضامین میں نے ان سے ہی لکھوائے ہیں۔ ان کی زود نویسی کی وجہ سے خیالات میں پریشانی نہ ہوتی اور میں آسانی سے انہیں مضمون لکھوا سکتا۔''

(میری سارہ۔انوار العلوم، جلد 13، صفحہ 78اور 79)

حضرت رسول اللہ ﷺ نے ہر مسلمان مرد اور عورت کو علم حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔عورت کی تعلیم اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ عورت کی گود میں نئی نسل پروان چڑھتی ہے۔ اسی لیے حضرت مصلح موعودؓ نے عورتوں کی تعلیم پر بہت زور دیا۔ تاہم اس کے ساتھ ساتھ ان پر یہ بھی واضح کر دیا کہ ان کی اولین ذمہ داری ان کا گھر اور بچے ہیں۔ اسلام نے مرد کو یہ ذمہ داری دی ہے کہ وہ پیسہ کمائے اور اپنی بیوی اور بچوں کی ضروریات پوری کرے اور عورت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ گھر کا خیال رکھے اور بچوں کی تربیت احسن رنگ میں کرے۔ یہی وہ سنہری اصول ہے جس پر عمل کر کے گھروں میں امن اور سکون قائم ہو سکتا ہے۔ اسی سلسلہ میں حضرت مصلح موعودؓ حضرت سارہؓ ہی کا ذکر کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

''میں مستورات کو بتانا چاہتا ہوں کہ ان کی تعلیم اور مرحومہ کی تعلیم میں ایک فرق ہے۔ دوسری مستورات اپنی ذاتی اغراض کے لیے تعلیم حاصل کر رہی ہیں لیکن مرحومہ کی غرض صرف خدمتِ دین تھی اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی۔ پس ان میں سے بھی جسے اللہ توفیق دے وہ دنیا طلبی کا خیال چھوڑ کر خدا کی رضا کو مقدم رکھے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت قادیان میں ہمارے گھر کی مستورات کو دیکھ کر تعلیم کا عام چرچا ہے۔ لیکن بہت سی لڑکیاں محض روٹی کمانے کے لیے پڑھ رہی ہیں حالانکہ عورت کا کام نوکری کرنا نہیں۔''

(میری سارہ۔ انوار العلوم جلد 13 صفحہ 94)

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اگر ایک انسان کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو ان میں انصاف نہیں کر سکتا۔ اور بیویاں بھی ایک دوسرے سے پیار و محبت سے نہیں رہ سکتیں اور نہ ہی بچوں کو پیار سے رکھ سکتی ہیں لیکن حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی میں ہمیں ایک اعلیٰ نمونہ نظر آتا ہے کہ کیسے آپ کی بیویاں بھی آپس میں محض اللہ اور رسول کی محبت اور رضا حاصل کرنے کے لیے حسن سلوک اور اتفاق سے رہتیں اور کس طرح حضورؓ سب کے ساتھ انصاف کا سلوک فرماتے اور جذبات میں بھی کسی سے ناانصافی نہ کرتے جیسا کہ حضرت مریمؓ (ام طاہر) کے بار بار اصرار کے باوجود کے حضورؓ اپنی کس بیوی سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں؟ سے ظاہر ہے کہ حضرت مریم (ام طاہر) اپنے نسوانی جذبات کی وجہ سے یہ سننا چاہتی تھیں کہ حضورؓ یہ فرمائیں کہ حضورؓ انہیں سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں لیکن حضورؓ نے کیا ہی خوبصورت جواب دیا:

''مریم مجھے خدا کا حکم اس سوال کا جواب دینے سے روکتا ہے۔''

(میری مریم از حضرت مصلح موعودؓ۔ انوار العلوم جلد 17 صفحہ 355)

حضورؓ کی ایک اہلیہ حضرت امۃ الحی صاحبہ کی وفات ہوئی تو ان کے تین چھوٹے بچے تھے۔ اس موقع پر حضورؓ فرماتے ہیں:

''امۃ الحی کی وفات کی پہلی رات میں نے مریم سے کہا: مریم! مجھ پر ایک بوجھ آ پڑا ہے، کیا تم میری مدد کر سکتی ہو؟ اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار برکتیں ان کی روح پر ہوں، وہ فوراً بول پڑیں ہاں میں ان کا خیال رکھوں گی۔''

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 351،352)

چنانچہ حضرت مریمؓ نے ان تین بچوں کو ماں بن کر پالا جس کے بارے میں خود حضورؓ فرماتے ہیں کہ شاید خود ان کی ماں بھی اس قدر ان کا خیال نہ رکھ سکتی تھیں۔ یعنی اس وقت ان کو یہ خیال نہیں آیا کہ یہ میری سوکن کے بچے ہیں۔ انہیں صرف حضورؓ کی خوشنودی منظور تھی چنانچہ انہوں نے مرتے دم تک اس ذمہ داری کو نبھایا۔

حضرت مصلح موعودؓ کے گھر کا ماحول بہت سادہ تھا۔ آپ اپنی ازواج کے ساتھ ساتھ بچوں سے بھی بہت محبت اور پیار کا تعلق رکھتے تھے۔ بسا اوقات آپؓ بچوں کی مجالس میں لطائف بھی سنایا کرتے اور بچوں سے بھی لطیفے سنتے تھے۔ اسی طرح کبھی بچوں کو رات کو کوئی کہانی سنا دیتے۔ آپؓ مختلف طریقوں سے بچوں کی دلداری فرماتے اور ان کو تعلیم دیتے۔ چنانچہ آپ نے اپنی بیٹی مکرمہ امۃ المتین صاحبہ کو بچپن میں بالکل بچوں والی دو نظمیں لکھ کر دیں۔ تیسری نظم جو آپؓ نے مکرمہ امۃ المتین صاحبہ کے کچھ بڑے ہونے پر لکھی آج وہ ترانۂ اطفال کے نام سے کلام محمودؓ میں شامل ہے اور آج ہمارے بچے بھی اس پاک کلام سے فیض یاب ہو رہے ہیں۔ اس نظم کا ایک شعر یہ ہے:

مری رات دن بس یہی اک صدا ہے
کہ اس عالم کون کا اک خدا ہے

حضرت مریم صدیقہؓ بتاتی ہیں:

''حضرت مصلح موعودؓ کی اولاد مختلف ماؤں کے گھروں میں پلی ہے لیکن سب کی یہ خوبی ہے کہ پلیٹوں میں کھانا نہیں چھوڑتے اور یہ بات حضور کی

تربیت کا نتیجہ تھی۔‘‘

(گلہائے محبت۔صفحہ 94)

حضرت مصلح موعودؓ کی بیگم حضرت مریم صدیقہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ ان کا اور حضورؓ کا کھانا پکانے کا مقابلہ ہوا۔کھانا تیار ہونے پر انھوں نے حضورؓ سے کہا کہ میری sauce آپ کی sauce سے اچھی ہے۔اس پر حضورؓ نے فرمایا: تم نے بالکل ٹھیک کہا، واقعی تمہاری ساس (حضرت اماں جانؓ) میری ساس سے زیادہ اچھی ہیں۔

(گلہائے محبت ص 95)

دیکھیے! کس خوبصورتی سے انگریزی لفظ ساس (sauce) کو اردو لفظ ’’ساس‘‘ سے بدل کر اس میں مزاح کا رنگ پیدا کر دیا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے جو آپ کی عائلی زندگی کی سادگی اور خوبصورتی پر دلالت کرتا ہے۔مریم صدیقہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ ان کا اور حضورؓ کا دال پکانے کا مقابلہ ہوگیا۔انھوں نے عام روایتی طریق سے دال پکائی لیکن حضورؓ نے مرغ کی یخنی میں دال پکائی جو ظاہر ہے بہت مزیدار تھی۔جب کہا گیا کہ اس طرح تو ہم بھی بنا سکتے تھے تو حضورؓ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: تو بنا لیتی تھی۔

(گلہائے محبت ص95)

کس قدر پیار کا تعلق تھا حضورؓ کا اپنی ازواج کے ساتھ۔ آپ کا اصل مقصد اپنی ازواج کے ذریعہ سے جماعت کی عورتوں کی تربیت کرنا تھا تاکہ آپ کی بیویاں براہ راست آپ سے تربیت حاصل کر کے جماعت کی مستورات کی تربیت کرسکیں۔ جماعت کی مستورات کی تربیت ہوگی تو ان کی گودوں میں پلنے والی آئندہ نسلوں کی تربیت ہو جائے گی۔حضورؓ کو ایک الہام ہوا تھا کہ ’’اگر پچاس فی صد عورتیں تعلیم یافتہ ہو جائیں تو جماعت کی ترقی یقینی ہے۔‘‘ (الازہار لذوات الاخمار جلد 1) اس لیے حضورؓ نے عورتوں کی تعلیم پر بہت زور دیا اور اس کا آغاز آپ نے اپنے گھر سے کیا اور اپنی ازواج اور بیٹیوں کو تعلیم دلوائی تا کہ وہ دوسری عورتوں کے لیے نمونہ بن سکیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی ازواج کو احمدی خواتین کی تعلیمی اور تربیتی خدمت کے لیے وقف کیا ہوا تھا۔حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ سوانح فضل عمرؓ میں فرماتے ہیں:

’’حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ازواج کا ایک تنظیم کی لڑی میں منسلک ہوتے ہوئے ایک دوسرے کے تابع ہو کر سال ہا سال تک اس طرح خدمتِ دین بجالانا کہ تنظیمی ڈھانچے میں ایک ادنیٰ سا رخنہ بھی نہ پڑا ہو اور اس نازک رشتہ کے باوجود تعاون کے رشتہ پر بال برابر بھی آنچ نہ آئی ہو۔یہ ایسی بات ہے جو ان مبارک خواتین کی عظمت کردار سے بڑھ کر اس عظیم شوہر کی عظمتِ کردار کا پتہ دیتی ہے۔ وہ نظم و نسق قائم رکھنے کی حیرت انگیز صلاحیتیں رکھتا تھا۔ آپ ایک ایسے عظیم الشان مربی تھے کہ بسا اوقات ایک لفظ زبان سے کہے بغیر آپ کی شخصیت سے تربیت کا از خود ہونے والا ترشح گردوپیش کو ریڈیائی لہروں کی طرح اپنی ذات کے ساتھ ہم آہنگ کر لیتا تھا اور ماحول کی ہر چیز خودبخود ٹھیک ٹھاک اپنے مقام پر بیٹھ جاتی تھی اور اپنے دائرہ کار سے تجاوز نہ کرتی تھی۔

بہر کیف حضرت خلیفۃ المسیح کو اس امر کی حاجت نہ تھی کہ اپنی ازواج کو بار بار تعاون کی تلقین کریں۔یعنی کاموں میں اختلاف اور جھگڑوں سے منع کریں یا آئے دن ان کے چھوٹے چھوٹے اختلافات کو سلجھانے میں اپنا قیمتی وقت صرف کریں۔نہیں کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔جب سے میں نے ہوش سنبھالا اپنی والدہ کی وفات تک ایک دفعہ بھی ایسا واقعہ نہ دیکھا نہ سنا کہ ہماری بڑی والدہ ام ناصر نے حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی ہو کہ مریم نے فلاں دینی معاملہ میں میرے ساتھ تعاون نہیں کیا یا اس کے برعکس کبھی میری والدہ نے کوئی شکوہ اس نوعیت کا حضورؓ کی خدمت میں پیش کیا ہو کہ لجنہ اماء اللہ کے معاملات میں حضرت سیدہ ام ناصرؓ نے میرے ساتھ یہ غیر مشفقانہ سلوک کیا ہے۔سال ہا سال تک لجنہ اماء اللہ کی مجلس عاملہ کے اجلاس ہمارے گھر میں منعقد ہوتے رہے۔ کبھی ایک مرتبہ بھی میں نے کوئی تکرار نہیں سنی کوئی خلاف ادب بات نہیں دیکھی۔گویا رشتوں کی طبعی رقابت کو اس مقدس دائرے میں قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی۔ جیسے کسی عامل نے اپنی جادو کی چھڑی سے ان اجلاسات کے ماحول میں ایک دائرہ سا کھینچ دیا ہو کہ یہ رقابت اس دائرے کے اندر قدم رکھنے کی قدرت نہ پائے۔‘‘

یہ مزاج شناس بیویاں اپنے خاوند کے مزاج پر نظر رکھتی تھیں اور ان کے دل اس کے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر دھڑکتے تھے۔‘‘

(سوانح فضل عمر جلد دوم صفحہ 361 تا 362)

حضرت مصلح موعودؓ اپنی بیویوں کی دلجوئی فرماتے۔اپنی کتاب سیر روحانی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت سیدہ مریم صدیقہ کے بارے میں حضورؓ فرماتے ہیں۔

’’میں اس کتاب کو مریم صدیقہ کے نام معنون کرتا ہوں کیونکہ انہی کو حیدرآباد دکھانے کے لیے یہ سفر اختیار کیا گیا، جس میں یہ مضمون خدا تعالیٰ کے فضل سے کھلا ہے۔‘‘

(دیباچہ ’’سیر روحانی‘‘ شائع کردہ فضل عمر فاؤنڈیشن)

آپ کی بیویاں آپ کے لیے پرائیویٹ سیکریٹری کی خدمات بھی انجام دیتیں۔ضرورت پڑتی تو حضورؓ کے کاتب کے فرائض بھی نبھاتیں۔کبھی حضورؓ کے مشورہ سے دوائی بنا کر ضرورت مندوں کو دیتیں۔غرض کہ ان کی زندگی کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ حضور کی مصروفیات میں مدد کر کے حضور کا ہاتھ بٹا سکیں۔

یہ وہ عظیم ہستیاں ہیں جنہوں نے اپنی ذاتی خواہشات کو اعلیٰ دینی مقاصد کے لیے قربان کر دیا ۔ ان کی زندگیاں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔جن کا جینا ، مرنا ، سونا اور جاگنا حقیقتاً خدا کے لیے تھا۔ اللہ کی ہزاروں ہزار برکتیں اور رحمتیں ان پر نازل ہوں۔ اللہ کرے کہ ہم ان عظیم ہستیوں کے نمونہ پر عمل کرنے والے بنیں۔آمین

*****

بقیہ: فرمان دربار خلافت...... از صفحہ 2

مشن ہاؤس ہیں، وہاں اکٹھے ہونا چاہئے۔لیکن میری اطلاع کے مطابق اس طرف توجہ کم ہے باقاعدہ نمازوں پر لوگ نہیں آتے۔ مومن کو تو ہر وقت اپنے نامہ اعمال میں نیکیوں میں زیادہ ہونے کا سوچنا چاہئے۔اس لئے کوشش کر کے نماز باجماعت کی طرف ہر احمدی توجہ دے کہ جتنا زیادہ سے زیادہ ثواب کما سکے کمالے اور صحیح مومن کہلا سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:’’اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ تمام انسانوں کو ایک نفس واحدہ کی طرح بناوے اس کا نام وحدت جمہوری ہے۔جس سے بہت سے انسان بحالت مجموعی ایک انسان کے حکم میں سمجھا جاتا ہے۔مذہب سے بھی یہی منشاء ہوتا ہے کہ تسبیح کے دانوں کی طرح وحدت جمہوری کے ایک دھاگے میں سب پروئے جائیں یہ نمازیں باجماعت جو کہ ادا کی جاتی ہیں وہ بھی اسی وحدت کے لئے ہیں تا کہ کل نمازیوں کا ایک وجود شمار کیا جاوے۔ اور آپس میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم اس لئے ہے کہ جس کے پاس زیادہ نور ہے وہ دوسرے کمزور میں سرایت کر کے اسے قوت دیوے۔حتیٰ کہ حج بھی اسی لئے ہے۔اس وحدت جمہوری کو پیدا کرنے اور قائم رکھنے کی ابتداء اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے کی ہے کہ اول یہ حکم دیا کہ ہر ایک محلہ والے پانچ وقت نمازوں کو باجماعت محلہ کی مسجد میں ادا کریں۔ تا کہ اخلاق کا تبادلہ آپس میں ہو۔اور انوار مل کر کمزوری کو دور کر دیں اور آپس میں تعارف ہو کر اُنس پیدا ہو جاوے۔ تعارف بہت عمدہ شے ہے کیونکہ اس سے انس بڑھتا ہے جو کہ وحدت کی بنیاد ہے۔حتیٰ کہ تعارف والا دشمن ایک ناآشنا دوست سے بہت اچھا ہوتا ہے کیونکہ جب غیر ملک میں ملاقات ہو تو تعارف کی وجہ سے دلوں میں اُنس پیدا ہو جاتا ہے۔وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ کینہ والی زمین سے الگ ہونے کے باعث بغض جو کہ عارضی شے ہوتا ہے وہ تو دور ہو جاتا ہے اور صرف تعارف باقی رہ جاتا۔ پھر دوسرا حکم یہ ہے کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمع ہوں کیونکہ ایک شہر کے لوگوں کا ہر روز جمع ہونا تو مشکل ہے۔اس لئے یہ تجویز کی کہ شہر کے سب لوگ ہفتہ میں ایک دفعہ مل کر تعارف اور وحدت پیدا کریں۔ آخر کبھی نہ کبھی تو سب ایک ہو جائیں گے‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 100`101 جدید ایڈیشن)

(خطبہ جمعہ 14/ جنوری 2005ء)

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

رپورٹ: حافظ بلال احمد طارق استاذ جامعۃ المبشرین برکینا فاسو

حب الوطن من الایمان

برکینا فاسو کا قومی دن اور جامعۃ المبشرین برکینا فاسو کا مارچ

برکینا فاسو، مغربی افریقہ کا ایک فرنچ ملک ہے جس کی حکومتی اور دفتری زبان فرنچ ہے۔ اس کا پہلا نام ریپبلک آف اپر وولٹا‘ تھا جو کہ 1984ء میں تبدیل کر کے برکینا فاسو رکھا گیا۔ یہ ریپبلک آف اپر وولٹا 11/دسمبر 1958ء میں فرانسیسی کالونیوں میں سے ایک خود مختار فرنچ کالونی بنا اور پھر 1960ء میں اس نے آزادی حاصل کی۔

جامعۃ المبشرین برکینا فاسو کو فرنچ ممالک میں جماعتِ احمدیہ کا پہلا جامعہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بے پایاں شفقت اور دعاؤں سے برکینا فاسو میں جامعۃ المبشرین کا آغاز اکتوبر 2017ء میں ”بستانِ مہدی“ میں ہوا۔بستانِ مہدی چالیس ایکڑ رقبہ پر مشتمل خوبصورت قطعہ زمین ہے جو دارالحکومت اواگادوگو میں گھانا سے آنے والی روڈ پر واقع ہے۔اسی روڈ سے سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 2004ء میں گھانا سے برکینا فاسو تشریف لائے تھے۔

11دسمبر کا دن ”برکینا فاسو کی آزادی کے دن“ کے طور پر جانا جاتا ہے۔برکینا فاسو میں دسمبر کا پورا مہینہ ہی جشن رہتا ہے۔ شروع میں قومی دن کی تقریبات، پھر کرسمس اور نیا سال کے تہوار منانے کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں۔

جامعہ احمدیہ کے طلبہ میں وطن سے محبت کا جذبہ پیدا کرنے اور اسلامی تعلیمات کے عملی مظاہرہ کیلئے 11/دسمبر کا ”قومی دن“ بھر پور طریقہ سے منایا گیا۔ جامعۃ المبشرین میں اس دن کی تقریبات کا آغاز صبح سویرے ہی ہو گیا۔گیارہ دسمبر جامعہ میں تدریس سے رخصت کا دن تھا تاہم یوم آزادی کی تقریب کے لئے تمام طلبہ یونیفارم پہنے اکٹھے ہوئے۔

تمام طلبہ کو دو قطاروں میں کھڑا کیا گیا تھا۔سب سے آگے دو طلبہ ایک بڑا بینر اٹھائے ہوئے تھے جس پر برکینا کا قومی پرچم اور لوائے احمدیت بنے ہوئے تھے۔ اس کے ساتھ جلی حروف میں ”حب الوطن من الایمان“ اور اس کا فرنچ ترجمہ لکھا گیا تھا۔ اس کے بعد ایک قطار میں سب سے آگے ایک طالب علم نے برکینا کا جھنڈا اٹھا ہوا تھا جب کہ دوسری قطار میں جامعہ احمدیہ برکینا فاسو کا لوگو (Logo) ایک جھنڈے کی صورت بلند تھا۔

مکرم چوہدری نعیم احمد باجوہ صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے مارچ پاسٹ کے حوالے سے طلبہ کو ہدایات دیں۔ روڈ پر ٹریفک زیادہ ہونے کی بنا پر اپنی حفاظت کا خیال رکھنے کی تلقین کی۔ طلبہ کو سڑک پر چلانے اور پورے پروگرام کے دوران لگائی گئی ڈیوٹیوں کا جائزہ لیا۔ اجتماعی دعا سے مارچ پاسٹ کا افتتاح ہوا جو مکرم پرنسپل صاحب نے کروائی۔

بستان مہدی سے نکل کر طلبہ روڈ پر آئے اور دو قطاروں میں چلتے ہوئے شاہراہ پر مارچ پاسٹ کیا۔ یہ شاہراہ برکینا فاسو کے دارالحکومت سے گھانا کی طرف جاتی ہے اور عام طور پر غیر ملکی گاڑیاں اور ٹرک اس پر نظر آتے ہیں۔اس طرح یوم آزادی کے موقع پر جامعہ کی طرف سے کیا جانے والا مظاہرہ نہ صرف مقامی لوگوں نے دیکھا بلکہ دور دراز سے آنے والے مسافر بھی لطف اندوز ہوئے۔

مارچ کے دوران میں طلباء ”لا الہ الّا اللہ محمد رسول اللہ“ اونچی آواز میں ترنم سے پڑھتے جاتے، سڑک کنارے بڑی آبادی میں رک کر طلباء نے اجتماعی طور پر قومی ترانہ ترنم سے پڑھا۔اس وقت ترانے کے احترام میں سڑک پر ٹریفک بھی رک گیا اور دیگر پیدل چلنے والوں نے بھی رک کر ترانہ سنا۔

راستے میں موجود لوگ اس مارچ سے بہت متاثر ہوئے اور طلباء کی خوب حوصلہ افزائی کی۔کئی مقامات پر لوگوں نے رک رک کر اپنے موبائل فون سے تصاویر لیں۔تقریباً تین کلومیٹرز کے اس مارچ کے ذریعہ لوگوں میں جماعت احمدیہ کا تعارف بھی ہوا اور اسلام کی خوبصورت تعلیم ”حب الوطن من الایمان“ کو بھر پور انداز میں پیش کرنے کا بھی موقع ملا۔

جامعہ میں واپس پہنچ کر طلبہ نے ایک بار پھر جوش و خروش سے نعرہائے تکبیر بلند کئے۔ مکرم پرنسپل صاحب نے طلبہ کی حوصلہ افزائی کی۔مارچ کے اختتام پر دعا کروائی۔گیارہ دسمبر کو جمعۃ المبارک کا دن تھا۔مارچ سے واپسی پر طلبہ نماز جمعہ کے لئے مسجد میں پہنچے۔ اس پروگرام کا اختتامی حصہ خطبہ جمعہ پر مشتمل تھا جس میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں وطن سے محبت اور حکام بالا کی اطاعت کے موضوع پر روشنی ڈالی گئی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ جامعہ احمدیہ برکینا فاسو کو محض اپنے فضل سے ترقیات عطا فرمائے۔ یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے مبلغین سلسلہ اور تمام عالم کے لئے مفید وجود بنیں۔

05جنوری2021ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	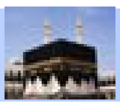	05:38	17:53
مدینہ منورہ	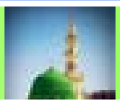	05:44	17:48
قادیان	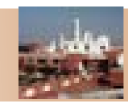	06:03	17:39
ربوہ	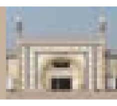	05:42	17:19
اسلام آباد ٹلفورڈ		06:36	16:11